

# رسول اکرم کے سیرت نگار

○ ————— شیخ عنایت اللہ

مشرق و مغرب کی اکثر علمی زبانوں میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارک مختلف درجہ اور مختلف ضخامت کی اس قدر کتابیں لکھی گئی ہیں کہ حصہ و شمار سے باہر ہے چنانچہ بیسویں صدی کی ابتداء میں جب آکسفورڈ یونیورسٹی کے مشہور پروفیسر مارگولیتھ نے ”محمدؐ اور ظہور اسلام“ کے نام سے آنحضرتؐ کے حالات پر ایک کتاب انگریزی زبان میں لکھی تو اس کا آغاز ان الفاظ سے کیا۔ ”حضرت محمدؐ (صلعم) کے سیرت نگاروں کا ایک طویل سلسلہ ہے، جس کو ختم کرنا ناممکن ہے، لیکن اس میں جبکہ پانا باعث شرف ہے“ لے تصنیف و تالیف کا یہ سلسلہ جس کی طرف پروفیسر مروج نے اشارہ کیا ہے، بدستور جاری ہے، اور آئندہ بھی جاری رہے گا۔ مقالہ مذکور میں سردست ان عربی کتابوں کا ذکر بطور تعارف کیا جاتا ہے جو سیرت میں اصلی یا ثانوی مصادر کی حیثیت رکھتی ہیں، اور فی زمانہ مروج و متداول ہیں، اور جن کا دینی اور تاریخی مقالوں اور کتابوں میں اکثر حوالہ آتا ہے۔ اس مقالہ میں اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ مستند اور تازہ ترین معلومات فراہم کی جائیں اور مطبوعہ کتابوں کے بہترین اڈیشنوں اور ان کے مستند اور متداول تراجم کی طرف بھی اشارہ کر دیا جائے تاکہ اہل ذوق کو ان کی طرف رجوع کرنے میں آسانی ہو۔

سیرت کے مطالعہ کی ضرورت | غیر مسلموں کا سیرت نبوی کے ساتھ اعتدالہ بیشتر اس وجہ سے ہے کہ وہ اس جلیل القدر داعی دین کے حالات زندگی معلوم کرنا چاہتے ہیں، جس کی تعلیم نے دنیا میں ایک حیرت انگیز انقلاب پیدا کیا، اور ایک ایسی امت تیار کر دی، جس نے اپنے شاندار کارناموں سے جزیۃ

لہ "MOHAMMED AND THE RISE OF ISLAM" BY

D. S. MARGOLIOUTH, P. iii. LONDON, 1905.

روزگار پر اپنا نام ہمیشہ کے لئے ثبت کر دیا ہے۔ مگر مسلمانوں کے لئے سیرت نبوی کا مطالعہ محض ایک علمی مشغلہ نہیں ہے بلکہ ایک اہم دینی ضرورت ہے۔ خداوند کریم نے اپنے کلام پاک میں فرمایا ہے۔  
 ”كَذَّبَ سَوَاءٌ لِّكُم مِّنْ رَسُولٍ لَّا تُؤْمِنُونَ بِحَسَنَةِ“ (سورۃ اتزاب) یعنی اے ایمان والو! تمہارے لئے پیغمبر خدا کی ذات گرامی میں ایک اچھا نمونہ موجود ہے، لہذا مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس بات کو دریافت کریں کہ رسول خدا نے وہ کون سا نمونہ پیش کیا۔ بس کو قرآن کریم میں اسوۂ حسنہ کہا گیا ہے۔ رسول مقبول کا اسوہ معلوم کرنے کے لئے ہمیں لامحالہ ان کی سیرت پاک کی طرف رجوع کرنا پڑے گا۔

جو لوگ رسول خدا (صلعم) کے ہم وطن اور ہم عصر تھے اور جن کو آپ سے بالمشافہ اصول اسلام سیکھنے کی سعادت نصیب ہوئی، آپ کا اسوہ ان کے سامنے تھا، لیکن جب آنحضرتؐ نے اس دنیا فانی سے رحلت فرمائی، تو بعد کی نسلیوں کے لئے آپ کی سیرت مبارک احادیث اور روایات کی روشنی ہی میں شمع ہدایت کا کام دے سکتی تھی۔ اس دینی ضرورت کے اقتضار سے اہل اسلام نے اپنے ہادی برحق کے احوال و اقوال کو اس احتیاط اور تفصیل سے محفوظ کر لیا ہے کہ قبول مولانا شبلیؒ ”اس کی زبان کا ایک ایک حرف، اس کی حرکات و سکنات کی ایک ایک ادا اور اس کے حلیہ و وجود کے ایک ایک خط و خال کا عکس لے لیا ہے“ اور آپ کی شکل و شبابت، مذاق و گفتار، مذاق طبیعت، طرز معاشرت، خورد و نوش، لباس و پوشش اور نشست و برخاست کی ایک ایک تفصیل اس طرح قلمبند کر لی ہے کہ کسی شخص کے حالات زندگی آج تک اس جامعیت اور تفصیل کے ساتھ ضبط تحریر میں نہیں آسکے۔ آنحضرتؐ کے مقابلہ میں دیگر مذہب کے اکثر بانیوں کی تصویریں ناتمام ہیں، چنانچہ زرتشت کے متعلق آج تک یقینی طور پر معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ ایران کے کس خطہ میں اور کس زمانہ میں پیدا ہوا تھا۔ اس بارے میں جو کچھ کتابوں میں لکھا ہوا ملتا ہے، وہ علماء کا محض قیاس اور تخمینہ ہے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ۳۳ سالہ زندگی کے صرف آخری تین سالوں کا حال معلوم ہے جو انہوں نے یہود کی اصلاح کی کوشش میں گزارے تھے اور جن کی کیفیت مروجہ انجیل میں مذکور ہے۔ ان کی زندگی کا اکثر حصہ تاریکی کے پردے میں مستور ہے۔ حتیٰ کہ ان کی پیدائش اور وفات دونوں کے

متعلق مختلف مذاہب اور اقوام کی روایات اور آراء میں اس قدر اختلاف پایا جاتا ہے، جس سے ایک عالم آدمی کے لئے ان کی زندگی ایک چیتان بن کر رہ گئی ہے۔ اس کے برعکس داعی اسلام کی زندگی اور ان کے مشن کے شعبہ کے منطقی اس قدر کثیر اور وافر مواد اور مسالہ موجود ہے جس کا سمیٹنا ایک مورخ کے لئے بے حد مشکل کام ہے۔

دامان نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار گلچین نواز تنگی و اماں گلہ دار

سیرت نگاری کی ابتداء | رسول خدا کی ذات گرامی ابتداء نبوت ہی سے ان کے اصحاب کی غیر معمولی توجہ کا مرکز بن گئی تھی، چنانچہ آنحضرتؐ کے حین حیات یہ دستور شروع ہو چکا تھا کہ جب ایک مسلمان کسی دوسرے مسلمان سے ملتا تو وہ اس سے آنحضرتؐ کے حالات دریافت کرتا اور وہ اس کے جواب میں کسی تازہ وحی یا آنحضرتؐ کے کسی تازہ فرمان کا ذکر کرتا۔ آپؐ کی وفات کے بعد جو جنوں زمانہ گزرتا گیا، آپ کے پیروؤں کے دل میں اپنے پیشوا کی ذات مبارک، ان کے اخلاق و عادات اور ان کی تعلیم و تلقین کے دریافت کرنے کا شوق بڑھتا گیا۔ اس شوق جستجو سے رفتہ رفتہ روایات کا ایک وسیع ذخیرہ پیدا ہو گیا جو سینہ بسینہ منتقل ہوتا رہا۔ آخر کار جب مسلمانوں کے ہاں دوسری صدی ہجری میں تصنیف و تالیف کا رواج ہوا، تو اہل علم نے ان روایات کو قلمبند کرنا اور ان کو مضامین کے اعتبار سے مرتب کرنا شروع کیا۔ جن روایات کا تعلق عقائد و عبادات سے تھا اور جن سے فقہی احکام مستنبط ہو سکتے تھے، ان سے علم حدیث کی کتابیں مدون ہوئیں۔ اور ان روایات سے جن میں آنحضرتؐ کے حالات زندگی مذکور تھے۔ فن سیرت کا سرمایہ تیار ہوا۔ اور وہ روایات جن میں رسول پاکؐ کے غزوات یعنی جنگوں کے واقعات مذکور تھے، فن مغازی کا موضوع قرار پائیں۔ چونکہ رسول مقبولؐ کی زندگی میں ان کے غزوات کو تاریخی لحاظ سے خاص اہمیت حاصل ہے، اس لئے بعض اوقات ”مغازی“ کا اطلاق تمام فن سیرت پر ہوتا ہے۔

سیرت نبوی کے قدیم مصداق | صحابہ کرامؓ کے عہد میں ہی قرآن مجید کے جمع و تفسیر کا اہتمام ہو سکا اور پہلی صدی ہجری میں اسلام اور داعی اسلام (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے متعلق مختلف نوع کی جو روایات مسلمانوں میں شائع ہوئیں وہ سینہ بسینہ نقل ہوتی رہیں۔ ان کو اس خیال سے قلمبند نہیں کیا گیا تھا کہ کہیں قرآن پاک کے متن کے ساتھ غلط ملط نہ ہو جائیں۔ پہلی صدی کے آخر میں جب حضرت عمر بن عبد العزیز مسند خلافت پر بیٹھے تو آپ نے دیکھا کہ جن صحابہ کرامؓ کے سینوں میں رسول خدا کے ارشادات اور دیگر تاریخی

یہ شرح ایک سو بیس کتابوں کی مدد سے لکھی اور اس کی امداد محرم ۵۶۹ھ میں شروع کر کے اسی سال کے جمادی الاولیٰ میں ختم کر دی۔ میں نے اس میں ایسے علمی حکمت بیان کئے ہیں جو میں نے اپنے سادہ سے حاصل کئے تھے۔ لے غرض کہ اس شرح میں ایسی معلومات ملتی ہیں جو خود اصل کتاب میں نہیں پائی جاتیں۔ اسی لئے بعد کے مصنفوں نے سیرت نبوی کے سلسلہ میں سہیلی سے بہت کچھ استفادہ کیا ہے۔

**مترجمین کی مؤلفات** | سیرت ابن ہشام کے علاوہ مترجمین کی تالیف میں سیرت نبوی کے سلسلہ میں ذیل کی چار کتابیں بنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔

### ۱۔ کتاب المغازی مؤلفہ المواقفی

محمد بن عمرو واقفی (۳۱۵ تا ۳۸۵ھ) کا شمار اسلام کے اکابر مؤرخین میں ہوتا ہے۔ ابن سعد کے قول کے مطابق وہ سلسلہ میں مدینہ میں پیدا ہوئے اور اپنے جد امجد واقف کے نام پر واقفی کہلائے۔ اسلامی اخبار و روایات کو جمع اور مدون کرنے میں بڑا نام پیدا کیا۔ چنانچہ خلیفہ مارون الرشید جب سلسلہ میں حج کے لئے جاز آیا اور مدینہ منورہ میں وارد ہوا۔ تو اس موقع پر واقفی ہی نے اس کی رہبری کی تھی اور اسے مدینہ کے قدیم آثار اور تاریخی منقعات دکھائے تھے۔ بعد ازاں خلیفہ المامون نے اسے بغداد کے مغربی حصہ کا قاضی مقرر کیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ واقفی کو خلیفہ موصوف کا خاصا مقرب حاصل تھا کیونکہ جب اس کی وفات کا وقت قریب آیا اور اس نے اپنا وصیت نامہ لکھوایا تو خلیفہ وقت کو اپنا وصی بنایا اور خلیفہ نے بذات خود اس کی وصیت کا اجرا کیا۔

ابن الندیم بغدادی نے کتاب الفہرست میں اور یاقوت رومی نے معجم الادباء میں واقفی کی بیس اکیس کتابوں کے نام گنوائے ہیں۔ جو بیشتر تاریخی نوعیت کی ہیں اور خصوصیت کے ساتھ غزوات نبوی اور فتوحات اسلامی کے متعلق ہیں۔ ان میں سے ”کتاب المغازی“ ہم تک اپنی مکمل صورت میں پہنچی ہے۔ اس میں رسول کریم کے غزوات کا جو بیان ہے وہ ابن اسحاق کے بیان سے زیادہ مفصل اور مبسوط ہے۔ امام طبری اور دوسرے مؤرخوں نے واقفی کو مغازی کے بارے میں سندا مانا ہے۔ اور

لہ الروض الالف تالیف الامام السبیلی جزہ اول صفحہ ۳ (مطبوعہ قاہرہ ۱۳۲۷ھ)

۲۔ کتاب الفہرست لابن الندیم بغدادی، مطبوعہ مصر، صفحہ ۱۳۴۔ واقفی کے لئے دیکھیے نیز

وفیات الاعیان لابن خلکان جلد ثانی (مطبوعہ قاہرہ)

اپنی کتابوں میں اس سے بہت سے اقتباسات لئے ہیں۔ واقدی نے واقعات کی تاریخیں معین کرنے کا خاص التزام کیا ہے اور مستشرقین کی تحقیقی یہ ہے کہ واقدی نے ملکی فتوحات اور دیگر تاریخی واقعات کے جو سببیں لکھے ہیں، ان کی سریانی تاریخوں سے بھی تصدیق ہوتی ہے۔

فان کر میر نے گزشتہ صدی میں واقدی کی کتاب المغازی کا جو ڈیٹیشن کلکتہ سے شائع کرایا تھا ایک ناقص اور نامکمل نسخہ پر مبنی تھا۔ کتاب المغازی کا ایک مکمل، صحیح اور خوشخط نسخہ برٹش میوزیم میں محفوظ ہے اور جرمن مستشرق ویلہاؤزن (WELLHAUSEN) نے کتاب کا جو جرمن ترجمہ ۱۸۸۱ء میں برلن سے شائع کیا تھا، وہ اسی نسخہ پر مبنی تھا۔ حال میں مسٹر جونز (JONES) نے اس نسخہ کو بڑی محنت سے ایڈٹ کر دیا ہے اور آکسفورڈ یونیورسٹی پریس نے اسے تین ضخیم جلدوں میں ۱۹۳۳ء میں شائع کر دیا۔ مسٹر جونز نے کتاب المغازی کو بصورت احسن منظر عام پر لاکر تاریخ اسلام کی بیش بہا خدمت انجام دی ہے۔

## ۲۔ کتاب الطبقات الکبیر لابن سعد

محمد بن سعد (۱۲۰ھ تا ۲۰۵ھ) واقدی کے شاگرد تھے اور اس کی تالیفات کی کتابت کیا کرتے تھے، اسی لئے ”کاتب الواقدی“ کے نام سے مشہور ہوئے۔ وہ بعصر میں پیدا ہوئے لیکن بعد ازاں بقیہ میں سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ انہوں نے صحابہ کرامؓ اور تابعین کے حالات میں ایک مبسوط کتاب لکھی جو اپنی ضخامت اور جامعیت کی بنا پر ”کتاب الطبقات الکبیر“ کہلاتی ہے۔ ابتدائی حصہ میں خاص رسول کریمؐ کی سیرت کا بیان ہے۔ اس کے بعد صحابہ، صحابیات اور تابعین کے حالات مندرج ہیں۔ ابتدائی حصہ یعنی ”انخبار النبی“ میں ابن سعد نے اپنے استاد واقدی کی کتابوں سے خوب فائدہ اٹھایا ہے، تاہم بعض واقعات کے متعلق اس نے دوسرے مصادر سے بھی معلومات حاصل کی ہیں، جس سے کتاب کی افادیت بڑھ گئی ہے۔ بہر حال یہ کتاب اسلام کی پہلی دو صدیوں کے مشاہیر کے حالات میں ایک بے مثال تالیف ہے، اور سیرت نبوی کے قدیم اور نہایت قیمتی مصادر میں شمار ہوتی ہے۔

ابن سعد کی اس لاجواب تالیف کو احقر کے خیال سے ”طبقات ابن سعد“ بھی کہتے ہیں۔

پروفیسرز خاؤ (SACHAU) نے چند دیگر جرمن فضلاہ کے تعاون سے اسے آٹھ جلدوں میں شائع کر دیا تھا۔ اشاریے ان کے علاوہ ہیں۔ پہلی دو جلدیں سیرت نبوی کے لئے وقت ہیں اور آٹھویں جلد صحابیات کے حالات میں ہے۔ چند سال ہوئے سیرت میں طبقات ابن سعد کا جو ایڈیشن طبع ہوا تھا وہ پروفیسرز خاؤ والے ایڈیشن کی نقل ہے۔ طبقات ابن سعد کے اکثر حصوں کا اردو ترجمہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن کے دارالترجمہ کے اہتمام سے شائع ہو چکا ہے۔

### (۳) "النساب الاشراف" مؤلفہ علامہ بلاذری

احمد بن یحییٰ البلاذری (متوفی ۲۹۹ھ) تیسری صدی ہجری کے مشہور مورخ ہیں۔ انہوں نے بغداد میں نشوونما پائی تھی اور وہاں کے نامور علماء مثل ابن سعد اور المدائنی وغیرہ سے علم حاصل کیا تھا ان کی متعدد تالیفات میں سے دو اہم کتابیں ہم تک پہنچی ہیں: کتاب فتوح البلدان اور کتاب النساب الاشراف۔ "النساب الاشراف" عربوں کی ایک جامع تاریخ ہے، جس کی ترتیب ان کے نامور خاندانوں کے اعتبار سے رکھی گئی ہے۔ سب سے پہلے بنو ہاشم کا بیان ہے جو رسول خدا (صلعم) کا خاندان ہے اور اس ضمن میں پوری سیرت نبوی آگئی ہے۔ اس کے بعد بنو عباس، بنو امیہ اور دیگر خاندانوں کا ذکر ہے۔ اس عہد کے دیگر مورخوں کی طرح بلاذری نے بھی النساب الاشراف کی تالیف میں یر طرز اختیار کیا ہے کہ مختلف عنوان قائم کر کے ان کے ذیل میں متعدد روایات کو ان کے اسناد کے ساتھ یکجا کر دیا ہے اور ان کو ایک مسلسل بیان کی صورت نہیں دی جیسا کہ آج کل کی تاریخی کتابوں کا دستور ہے۔

جیسا کہ ابھی مذکور ہوا، النساب الاشراف کا ابتدائی حصہ سیرت نبوی پر مشتمل ہے۔ اس میں اکثر روایات وہی ہیں جو دوسرے مورخین نے اپنے اسناد کے ساتھ بیان کی ہیں، لیکن بعض روایات ایسی بھی ہیں جو اور کہیں دیکھنے میں نہیں آئیں۔ بہر حال النساب الاشراف کا یہ ابتدائی حصہ بھی سیرت کے بنیادی مصادر میں شمار ہونے کے لائق ہے، جس کو فاضل معاصر ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے ایڈٹ کر کے ایک مستقل جلد کی صورت میں ۱۹۵۹ء میں قاہرہ سے شائع کر دیا ہے۔ یہ ایڈیشن جس کے صفحات کی تعداد ۲۲۲ ہے، استنبول کے ایک نادر قلمی نسخہ پر مبنی ہے۔

## ۴۔ تاریخ الرسل والملوک مؤلفہ امام طبری

امام محمد بن جریر طبری (متوفی ۳۲۰ھ) طبرستان میں پیدا ہوئے اسی لئے طبری کہلائے۔ ایامِ طفلی میں تحصیل علم کے لئے بغداد آئے اور فارغ التحصیل ہونے کے بعد اپنی ساری عمر یہیں تعلیم و تالیف میں بسر کر دی۔ تاریخی روایات کے جمع و تدوین میں اپنے تمام پیشرو موغنیوں پر سبقت لے گئے چنانچہ ان کی تاریخ اسلام کی پہلی تین صدیوں کے متعلق معلومات کمالیہاں بہا خزانہ ہے جو عربی ادب میں عظیم النظیر ہے۔ امام موصوف نے بہت سی تاریخی روایات کو مختلف مصادر سے لے کر اسناد کے ساتھ یکجا کر دیا ہے اور ان کو ترتیب زمانی کے اعتبار سے سن وار لکھا ہے۔ بعض اوقات ایک ہی واقعہ کو مختلف راویوں کی زبانی مختلف صورتوں میں قلمبند کیا ہے۔ اس طرز تالیف سے اگرچہ سلسلہ کلام طویل ہو گیا ہے لیکن راویوں کی اور ان کی روایات کی تنقید آسان ہو گئی ہے۔ تاریخ طبری کو یا تاریخ اسلام کی ایک SOURCE-BOOK ہے۔

زلمے کی دست برد سے تاریخ طبری کے اجزاء بکھر گئے تھے اور اکثر علماء اس کے کھل نسخہ کے حصول سے ناامید ہو چکے تھے۔ ان حوصلہ فرسا حالات میں لائڈن یونیورسٹی کے مشہور پروفیسر ڈی ٹویے (DE GOEJE) نے اس کو مکمل طور پر شائع کرنے کے لئے کمر بستہ باندھی اس کے منتشر اجزاء کو مختلف کتب خانوں سے جمع کیا اور چند دیگر فضلاء کے تعاون سے بیس سال کی مسلسل محنت کے بعد اس کا ایک شاندار ادیشن بارہ جلدوں میں شائع کیا اور اشاریہ کے علاوہ مشکل الفاظ کی ایک فرہنگ بھی تیار کی جو ۷۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ تاریخ طبری تقریباً ناپید ہو چکی تھی۔ مگر پروفیسر ڈی ٹویے کی ہمت اور علم دوستی قابلِ صد ستائش ہے کہ انہوں نے امام طبری کی بے نظیر تاریخ کو از سر نو زندہ کیا۔ مصر میں تازیح طبری کے جو نسخے چھپے ہیں، وہ اسی مغربی ادیشن کی نقل ہیں۔ ان مہری طباعتوں میں بہترین ادیشن وہ ہے جو محمد ابوالفضل لبراہیم کی تصحیح سے قاہرہ کے دارالمعارف کی طرف سے شائع ہوا ہے۔ (قاہرہ ۱۹۱۲ء)۔ تاریخ طبری کا جو حصہ سیرت نبوی سے متعلق ہے وہ لکھا ضخیم ہے اور جامعہ عثمانیہ کے اہتمام سے اردو میں منتقل ہو کر حیدرآباد دکن میں طبع ہو چکا ہے۔ تاریخ طبری کا یہ حصہ بھی سیرت نبوی کے نہایت اہم مصادر میں شمار ہوتا ہے۔

متاخرین کی تالیفات | سیرت نبوی کے متعلق متاخرین کی کتابیں بجزت ہیں، جن کا حاجی خلیفہ

روایات کا ذخیرہ محفوظ تھا وہ یکے بعد دیگرے دنیا سے رخصت ہو رہے ہیں یا ہو چکے ہیں۔ اس سے ان کو اندیشہ ہو کہ اسلامی اخبار و روایات کے مٹنے سے کہیں سنت نبوی کا علم بھی زمٹ جائے۔ چنانچہ ان کی فرمائش پر اسلامی روایات کی جمع و کتابت شروع ہوئی۔

رسولِ پاکؐ نے اپنی عمر عزیز کے آخری دس سال مدینہ میں گزارے تھے، اور ان کی وفات کے بعد اکثر صحابہ نے وہیں سکونت اختیار کر لی تھی۔ اس لئے مدینہ ہی حدیثِ نبوی اور روایاتِ اسلامی کا سب سے پہلا مرکز قرار پایا۔ یہاں کے سب سے بڑے عالم امام محمد بن مسلم بن شہاب الزہری تھے، جنہوں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کی فرمائش پر اسلامی روایات و آثار کی جمع و کتابت کا آغاز کیا۔ خلیفہ مدوح کی مدتِ خلافت صرف ڈھائی سال ہے اس لئے اس مختصر عرصہ میں روایات کی تدوین کا کام مکمل نہ ہو سکا۔ لیکن ان کی تحریک سے مختلف علمی مرکزوں میں روایات کو ضبطِ تحریر میں لانے کا کام شروع ہو گیا۔ مدینہ کے علاوہ دوسرے شہروں میں بھی حدیث کے مطالعہ کا شوق پیدا ہوا۔ چنانچہ بصرہ میں امام حسن بصری اور ابراہیم نخعی اور کوفہ میں امام شعبی نے روایات کے جمع کرنے میں خاص کوشش صرف کی۔

امام زہری مکہ میں مشہور ہوئے۔ ان کا پورا نام محمد بن مسلم بن شہاب الزہری ہے۔ آپ قریش کے مشہور خاندان بنو زہرہ میں سے تھے، اس لئے زہری کہلائے۔ آپ تابعی تھے اور آپ نے بہت سے صحابہ کرامؓ کو بذاتِ خود دیکھا تھا، اور ان سے معلومات حاصل کی تھیں۔ مدینہ میں ایک ایک انصاری کے گھر جاتے اور ان سے رسولِ کوہم کے حالات اور ارشادات کے بارے میں پوچھتے اور ان کو قلمبند کرتے۔ اپنی عمر کے آخری حصہ میں دمشق کے اموی دربار سے وابستہ ہو گئے تھے اور کہا جاتا ہے کہ اموی حکمرانوں کی فرمائش پر انہوں نے سیرت اور معاذی پر مستقل کتابیں لکھی تھیں، لیکن وہ کتابیں ہم تک نہیں پہنچیں، لیکن ان کی سند سے بہت سی متفرق روایات بعد کے مصنفین کے ہاں ملتی ہیں۔ آپ نے ۲۴ھ میں وفات پائی اور حجاز میں شعب کے مقام پر مدفون ہوئے جہاں ان کی اراضی تھی۔ امام زہری کی علمی جستجو اور ان کے درس کی وجہ سے لوگوں میں سیرت و معاذی کا بڑا شوق پیدا ہو گیا تھا۔ ان کے حلقہ درس سے جو باکمال لوگ اٹھے، ان میں سے دو عالموں یعنی موسیٰ بن اسحاق نے اس فن میں خاص شہرت پائی۔

لے امام زہری کیلئے ملاحظہ کیجئے تہذیب التہذیب لابن حجر ندوی "محمد بن مسلم"



موسىٰ بن عقیقہ (متوفی ۱۳۸ھ) حضرت زبیر بن العوام کے موالی میں سے تھے۔ انہوں نے عہدِ رسالت کی اخبار و روایات کے جمع کرنے میں کمال جانفشانی کا ثبوت دیا۔ یہاں تک کہ مصاحب المغازیؓ کے لقب سے مشہور ہوئے۔ امام مالک بن انس ان کے بڑے مداح تھے۔ اور لوگوں سے کہتے تھے کہ اگر فن مغازی سیکھنا ہو تو موسیٰ سے سیکھو۔ ان کی کتاب مغازی کی خصوصیت یہ ہے کہ انہوں نے روایات کی صحت کا بڑا اہتمام کیا چنانچہ آپ کم عمر اور بے سجدہ لوگوں کی روایت نہیں لیتے تھے بلکہ ہمیشہ پختہ عمر اور پختہ فہم کے لوگوں سے روایت حاصل کرتے تھے۔ اس احتیاط کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی کتاب دیگر کتب مغازی سے مقابلتہً مختلف ہے۔ عقیقہ کی کتاب المغازی مدت تک شائع رہی اور واقدی، ابن سعد اور طبری کی کتابوں میں اس کے اکثر حوالے ملتے ہیں، لیکن مورخ ایام سے آخر کار ناپید ہو گئی۔ اس وقت تک اس کا ایک قطعہ ملا ہے، جسے پروفیسر زخاؤ نے جرمن ترجمہ کے ساتھ ۱۹۰۴ء میں شائع کر دیا تھا۔

**محمد بن اسحاق** دیگر علوم کی طرح تاریخ نویسی کا آغاز بھی بنو عباس کے زمانے میں ہوا اور اس کی ابتداء سیرت نگاری سے ہوئی۔ فن سیرت میں محمد بن اسحاق مطلقاً متوفی ۱۵۸ھ نے اس قدر شہرت پائی کہ امام فن مغازی کے نام سے مشہور ہوئے۔ محمد بن اسحاق تابعی تھے، اور مدینہ میں سکونت رکھتے تھے۔ انہوں نے متعدد صحابہ کو دیکھا تھا اور ان سے عہد رسالت کے متعلق معلومات حاصل کی تھیں۔ ابن اسحاق نے مصر کا سفر اختیار کیا اور بعد ازاں بغداد گئے جہاں انہوں نے خلیفہ منصور عباسی کے دربار میں بازیابی حاصل کی اور اس کی خدمت میں اپنی مدسیرت "میش کی۔ علامہ بلاذری کا بیان ہے کہ ابن اسحاق نے یہ کتاب خلیفہ مذکور ہی کی فرمائش پر لکھی تھی۔ بہر حال جس زمانے میں امام مالک بن انس نے علم حدیث میں اپنی شہرہ عالم کتاب "موطأ" تالیف کی تھی، تقریباً انتہی ایام میں ابن اسحاق نے اپنی سیرت تصنیف کی۔ ابن اسحاق نے اپنی زندگی کے آخری دن بغداد ہی میں بسر کئے اور اپنی وفات کے بعد وہیں مدفون ہوئے۔

ابن اسحاق کی سیرت میں اس قدر جامعیت، تفصیل اور معلومات کی فراوانی تھی کہ اکثر اہل علم نے

EDUARD SACHAU: DAS BERLINER FRAGMENT DES MUSA

IBN UQBA, IN SITZUNGSBERICHTE D. PREUSS. AKADEMIE

DER WISSENSCHAFTEN. BERLIN 1904, P. 449.

لے قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا اور بعد کے مورخوں اور مصنفوں نے سیرت نبوی کے بارے میں اس پر لپہر لپہرا اعتماد کیا اور اس کو اپنا ماخذ بنایا۔ چنانچہ امام طبری اور دیگر مورخین نے ابن اسحاق سے بجزرت روایت کی ہے اور ابن خلدون نے بھی اپنی تاریخ کے سیرت والے حصہ میں اس کا جابجا حوالہ دیا ہے۔ غرضیکہ ابن اسحاق کی سیرت اپنے فن میں ایک منفرد اور اساسی حیثیت رکھتی ہے اور بعد کے زمانے میں جس کسی نے سیرت نبوی کے موضوع پر قلم اٹھایا ہے، اسے ابن اسحاق کی خوشتر چینی کے سوا اور کوئی چارہ کار نظر نہیں آیا۔ ساتویں صدی ہجری میں فارس کے حکمران ابو بکر سعد زنجی کی فرمائش پر سیرت ابن اسحاق کا فارسی ترجمہ تیار ہوا تھا، جس کے قلمی نسخے پیرس کے قومی کتب خانہ الہ آباد پبلک لائبریری اور دارالعلوم دہلویہ میں پائے جاتے ہیں۔ امتداد زمانہ سے ابن اسحاق کی تالیف ناپید ہو گئی لیکن حال ہی میں اس کے بعض اجزاء مراکو میں دریافت ہوئے ہیں، جن کو ہمارے فاضل دوست ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب (مقیم پیرس) ایڈٹ کر رہے ہیں۔ ان کے تازہ مراسلہ سے معلوم ہوا کہ مطبوعہ اوراق کی ضخامت ڈیڑھ سو صفحات کے قریب ہوگی۔

**سیرت ابن ہشام** | محمد بن اسحاق کے بعد عبدالملک بن ہشام نحوی کا زمانہ آیا، جس کا سنہ وفات ۲۱۳ ہجری اور بعض کے نزدیک ۲۱۸ھ ہے۔ اس نے ابن اسحاق کی سیرت کی تلخیص و تہذیب کی۔ اس کے ابتدائی حصہ کا تعلق سیرت نبوی سے نہ تھا اس لئے اسے چھوڑ دیا، مشکل اور غریب الفاظ کے معنی لکھے۔ اشعار مندرجہ کی صحت یا عدم صحت کے متعلق اپنی رائے قلمبند کی اور بعض واقعات کا اپنی طرف سے اضافہ کیا۔ ابن ہشام نے ابن اسحاق کی تالیف کو جو صورت دی وہ اتنی مقبول ہوئی کہ لوگوں نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا اور اصل کتاب کو فراموش کر دیا، چنانچہ آج کل لوگوں کے درمیان ابن اسحاق کی جو کتاب مندرجہ ہے وہ یہی ابن ہشام کی تلخیص ہے، جو ”سیرت ابن ہشام“ کے نام سے مشہور ہے۔ سیرت ابن ہشام کو سب سے پہلے جرمن مستشرق ویسٹن قبیلہ (WÜSTENFELD) نے ۱۸۵۱ء میں گورٹنگن سے اصل عربی میں شائع کیا۔ ایک مدت کے بعد یہ کتاب مصر میں کسی مرتبہ طبع ہوئی۔ ان طباعتوں میں بہترین ایڈیشن وہ ہے جسے مصطفیٰ السقاہ، ابراہیم ابیاری اور عبد الحفیظ شملی کی تصحیح و تخریج سے مطبع مصطفیٰ بانی حلبی نے ۱۳۵۵ھ (مطابق ۱۹۳۶ء) میں قاہرہ سے چار جلدوں میں شائع کیا۔ بہت سے مشکل الفاظ کو مشکوک کہنے کے علاوہ ایڈیٹر صاحبان نے بہت سے توضیحی حواشی بھی لکھے ہیں، جو اکثر سہیلی کی شرح سے ماخوذ

ہیں اور از بس مفید ہیں۔

سیرت ابن ہشام کا متعدد زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ پروفیسر وائل (GUSTAV WEIL) نے ۱۸۴۳ء میں اس کا جرمن ترجمہ شائع کیا تھا۔ اس کے نوے سال بعد پروفیسر الفرڈ گیلوم (GILLAUME) نے اسے انگریزی کا جامہ پہنایا۔ پروفیسر مذکورہ کو چند ایک عرب علماء کا تعاون حاصل تھا۔ اس لئے ان کا ترجمہ اپنی صحت کے لحاظ سے قابل اعتماد ہے۔ اس انگریزی ترجمہ کی ایک خوبی یہ ہے کہ فاضل مترجم نے ابن اسحق کے ان مقامات کا ترجمہ بھی شامل کر دیا ہے جن کو ابن ہشام نے چھوڑ دیا تھا، لیکن وہ تاریخ طبری وغیرہ میں محفوظ ہیں۔ سیرت ابن ہشام کے چند ایک اردو تراجم بھی پائے جاتے ہیں۔ ایک ترجمہ وہ ہے جسے مولوی محمد انشا اللہ ایڈیٹر اخبار وطن نے مولوی محمد حلیم انصاری کی مدد سے ۱۹۱۷ء میں مکمل کیا اور لاہور سے دو حصوں میں شائع کیا۔ یہ ترجمہ لمبھنص ہے۔ دوسرا اردو ترجمہ سید طہسین علی حسنی نظامی دہلوی نے تیار کیا اور عبدالرحیم ایڈیٹر برادر تاجر ان کتب نے ۱۹۳۳ء مطابقت ۱۹۱۵ء میں دو حصوں میں شائع کیا۔ مترجم نے اکثر عربی اشعار بغیر ترجمہ کے چھوڑ دیئے ہیں لیکن باقی ترجمہ خاصا گوارا ہے۔ لیکن یہ ترجمہ اب نایاب ہو چکا ہے۔ تیسرا ترجمہ مولوی قطب الدین احمد محمودی کے قلم سے ہے، جو جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن کے انتہام سے شائع ہوا تھا۔ اس کے پہلے دو حصے ۱۹۲۶ء اور ۱۹۲۸ء میں طبع ہوئے تھے، لیکن یہ ترجمہ دکن کے سیاسی انقلاب کی وجہ سے پایہ تکمیل تک نہ پہنچ سکا۔

سیرت ابن ہشام کی اہمیت کے پیش نظر امام ابو القاسم عبدالرحمن سہیلی نے اس کی ایک شرح "الروض الألف" کے نام سے لکھی تھی، جو سلطان مراکش کے صرف سے مہر میں ۱۳۲۶ء میں طبع ہو چکی ہے۔ امام موصوف اندلس کے ضلع سابقہ میں وادی سہیلی کی ایک بستی میں پیدا ہوئے تھے، اس لئے سہیلی کہلائے۔ علم تفسیر و حدیث نبوی اور رجال کے علاوہ تاریخ اور انساب کے بڑے ماہر تھے۔ تمام عمر تعلیم و تدریس اور تصنیف و تالیف میں گزار دی۔ ان کے حافظہ اور تبحر علمی کا یہ عالم تھا کہ الروض الألف جیسی فقہیم شرح کی امداد چار پانچ ماہ کی مدت میں ختم کر دی۔ چنانچہ اس کے دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ میں نے

THE LIFE OF MUHAMMAD: A TRANSLATION OF IBN

۷

ISHAQUE SIRAT RASUL ALLAH, WITH AN INTRODUCTION

AND NOTES BY A GUILLAUME, OXFORD U. PRESS 1955.

نے کشف الطنون میں ذکر کیا ہے۔ ان میں سے ذیل کی کتابیں زیادہ مشہور ہیں اور زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہیں:

### ۱۔ کتاب الشفاء بتعریف حقوق المصطفى

اس معروف اور مقبول کتاب کے مصنف قاضی ابوالفضل عیاض بن موسیٰ بن عیاض ہیں جو بالغوم قاضی عیاض کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ ۳۶۶ھ میں سبتہ (مراکو) کے شہر میں پیدا ہوئے اور ابتدائی تعلیم وہیں پائی۔ پھر قرطبہ چلے گئے، اور وہاں ابوالولید ابن رشد اور بہت سے دیگر فضلاء سے فیض حاصل کیا اور علم حدیث میں تخصص پیدا کیا۔ بعد ازاں سبتہ کے قاضی مقرر ہوئے اور داد گسٹری میں ٹرانام پایا آپ نے تقریباً بیس کتابیں لکھیں جن میں سب سے زیادہ مشہور کتاب الشفاء ہے۔ اس میں فاضل مصنف نے رسول پاکؐ کے فضائل، حماسن اخلاق اور معجزات و کرامات کو ایسے موثر اور دلنیز پر پیرایہ میں بیان کیا ہے، کہ ان کے ایک ایک لفظ سے رسول مقبولؐ کے ساتھ انتہائی عقیدت اور محبت ٹپکتی ہے۔

کتاب الشفاء استنبول، قاہرہ اور ہندوستان میں کئی مرتبہ چھپ چکی ہے اور اس کا اردو ترجمہ حافظ محمد اسماعیل کاندھلوی کے قلم سے ”شہیم الریاض“ کے نام سے مطبع منشی نو لکھنؤر لکھنؤ کی طرف سے ۱۹۱۳ء میں شائع ہو چکا ہے۔ مصر کے مشہور لیب شہاب الدین خاجی (متوفی ۱۹۱۹ء) نے کتاب الشفاء کی ایک مبسوط شرح لکھی تھی جو ۱۹۱۳ء میں استنبول میں چار جلدوں میں طبع ہوئی تھی۔

### ۲۔ عبون الأثرنی فنون المغازی والشمال والسیر

اس کتاب کے مولف مصر کے مشہور عالم حافظ ابوالفتح ابن سیداناس (۱۱۹۷ تا ۱۲۳۳ھ) ہیں انہوں نے علوم اسلامیہ دینیہ میں سے حدیث نبویؐ میں تخصص پیدا کیا اور ایک مدت تک مدرسہ ظاہریہ میں حدیث کا درس دیتے رہے۔ مذکورہ بالا کتاب جس کا موضوع سیرت نبویؐ ہے، بڑی جامع اور متین ہے اور معتبر اور مستند روایات پر مشتمل ہے۔ مولف نے جو کچھ لکھا ہے، محدثین کے طریق پر سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔ تاہم وہیں دو جلدوں میں ۳۵۶ھ میں طبع ہو چکی ہے۔

### ۳۔ زاد المعاد فی ہدی خیر العباد

اس کتاب کے مصنف حافظ ابن قیم الجوزیہ (۱۱۹۱ تا ۱۲۵۰ھ) ہیں، جو آٹھویں صدی ہجری کے لئے قاضی عیاض کے مزید حالات کے لئے ملاحظہ ہو حافظ ابوالعباس المقرنی کی تالیف ”انوار الریاض فی اخبار قاضی عیاض“ جو تونس میں طبع ہو چکی ہے۔

ایک ممتاز عالم دین تھے اور شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ کے شاگرد رشید اور زندگی بھر کے رفیق تھے کتب سیرت میں "زاد المعاد" اس لحاظ سے ایک منفرد حیثیت رکھتی ہے کہ اس میں رسول پاک کے حالات اور عہد رسالت کے واقعات بیان کرنے پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ ہر موقع پر اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ رسول مقبول کے فلاں قول یا فلاں فعل سے کیا حکم مستنبط ہو سکتا ہے اور ان کے حالات اور معمولات زندگی میں ہمارے لئے کیا کچھ سامانِ معرفت موجود ہے۔ غرض کہ اس کتاب میں امت کے سامنے رسول کریم کا اسوۂ حسنہ اس طرح کھول کر رکھ دیا گیا ہے کہ وہ اپنی زندگی کے ہر شعبہ میں اس سے شمع ہدایت کا کام لے سکتی ہے۔ یہ قابلِ قدر کتاب اپنی غیر معمولی دلچسپی اور افادیت کی وجہ سے مصر میں کئی مرتبہ چھپ چکی ہے۔ اس کے علاوہ عہد حاضر کے ایک مصری عالم شیخ محمد الوزید نے "بڑی رسول" کے نام سے اس کا اختصار کر دیا ہے اور اس سے ان دقیق مسائل کو نکال دیا ہے جو طبقہ علماء کے ساتھ مخصوص تھے؛ بلکہ عوام بھی اس مفید کتاب سے براہِ راست فیض یاب ہو سکیں۔ مولوی عبدالرزاق طبع آبادی نے اس اختصار کا اردو میں ترجمہ کر دیا تھا جو البلاغ بک ایجنسی کی طرف سے ۱۹۲۷ء میں لاہور سے شائع ہوا تھا۔

### ۴۔ المواہب اللدنیہ بالملح المحمدیہ تالیف القسطلانی

ابوالعباس احمد بن محمد شہاب الدین قسطلانی مصر کے ایک جلیل القدر محدث اور فقیہ تھے جو ۱۰۵۶ھ میں نابرہ میں پیدا ہوئے اور وہیں ۱۱۳۳ھ میں رحلت کر گئے۔ انہوں نے صحیح البخاری کی شرح "ارشاد الساری" کے نام سے لکھ کر بڑی شہرت پائی۔ ان کی دوسری اہم کتاب "المواہب اللدنیہ" فن سیرت میں ہے۔ اور بڑی مشہور اور مقبول ہے اور دو ضخیم جلدوں میں ۱۲۸۱ھ میں قاہرہ میں طبع ہو چکا ہے بلکہ "المواہب اللدنیہ" کی مقبولیت کی وجہ سے اس کی متعدد شرحیں لکھی گئی ہیں لیکن ان میں سب سے زیادہ مفصل شرح محمد بن عبدالباقی زرقانی (متوفی ۱۱۱۲ھ) کی ہے جو علمی حلقوں میں بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔ زرقانی جو مصر کے ایک فریب زرقان کی طرف منسوب ہیں، اپنے وقت کے ایک جید عالم اور مشہور استاد تھے۔ ان کی سیرت نبوی کے متعلق ہر قسم کی معلومات کا ایک بے بہا گنجینہ ہے؛ فاضل شارح نے ہر واقعہ اور ہر موضوع کے متعلق مختلف مصادر سے ضروری مواد یکجا کر دیا ہے، جس سے

لے علامہ قسطلانی کے لئے دیکھئے شندرات القدریب لابن العلامہ بذیل ۹۱۲ھ

مختلف روایات کا باہمی مقابلہ ہو سکتا ہے۔ اور تحقیق و تدقیق میں آسانی رہتی ہے۔ یہ شرح کیا ہے گیارہ تو نبوی کی ایک جامع انسائیکلو پیڈیا ہے۔ مولانا شبلی نعمانی اور دوسرے وسیع النظر مصنفین نے اس سے استفادہ کیا ہے۔ زرتائی کی شرح سب سے پہلے بولاق کے سرکاری مطبع میں ۱۸۷۲ء میں آٹھ ضخیم جلدوں میں طبع ہوئی۔ یہ طبع اول سب سے بہتر ہے، کیونکہ بعد کی طباعتیں کاغذ اور چھپائی کے لحاظ سے ناقص ہوتی چلی گئی ہیں۔

### ۵۔ الخمیس فی احوال النفس نفیس

یہ کتاب شیخ حسین بن محمد دیار بکری (متوفی ۹۶۶ھ) کی تالیف ہے اور چونکہ پانچ حصوں میں منقسم ہے، اس لئے بالعموم ”تاریخ الخمیس“ کے نام سے مشہور ہے، اس کا بیشتر حصہ جو ۵۰۶ صفحات پر مشتمل ہے، سیرت نبوی کے لئے وقف ہے۔ اس کی خصوصیت یہ ہے کہ کتب سیرت کے علاوہ تعالیم قرآن، کتب حدیث اور دیگر نوعیت کی بہت سی کتابوں سے ماخوذ ہے جن کی تعداد ایک سو بائیس (۱۲۲) ہے اور جن کے نام مصنف نے اپنی کتاب کی ابتداء میں لکھ دیئے ہیں۔ اس وجہ سے اس کے مضامین میں جامعیت کے ساتھ ساتھ بڑا تنوع پیدا ہو گیا ہے۔ اور علمائے اے ہمیشہ قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا ہے اور اسے فن سیرت کی اہم اور مستند کتابوں میں شمار کیا ہے تاریخ الخمیس کے قلمی نسخے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ دیار بکری نے اس کی تالیف سے ۹۳۶ھ میں فراغت پائی تھی۔ تاریخ الخمیس سب سے پہلے قاہرہ کے مطبع وہبیتہ میں ۱۲۸۲ھ میں مصطفیٰ بن محمد کی تحقیق و تصحیح سے دو جلدوں میں شائع ہوئی۔ بعد ازاں اس کا ایک اور ایڈیشن مطبع عبدالرزاق میں ۱۳۰۲ھ میں دو جلدوں میں طبع ہوا

### ۶۔ انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون

سیرت کی یہ مقبول کتاب علامہ علی بن برہان الدین حلبی (متوفی ۱۰۱۲ھ) کی تالیف ہے، اسی لئے اپنے مؤلف کے نام پر ”سیرت حلبیہ“ کے نام سے مشہور ہے۔ جیسا کہ مؤلف نے اپنی تالیف کی ابتداء میں صراحت کر دی ہے یہ کتاب فن سیرت کی دو معروف کتابوں سے ماخوذ ہے یعنی حافظ ابن سید الناس کی ”عیون الاثر فی فنون السیر“ اور شمس الدین شامی کی ”سبل الہدی والارشاد فی سیرۃ خیر العباد“ جو عام طور پر ”سیرت الشامی“ کے نام سے مشہور ہے۔ جہاں تک ”عیون الاثر“ کا تعلق ہے بڑی معتبر اور مستند کتاب ہے۔ لیکن اسناد کے التزام نے اسے طویل بنا دیا ہے، لہذا علامہ حلبی نے اس سے استفادہ

کرتے وقت اس کی اسناد کو حذف کر دیا ہے۔ باقی رہی ”سیرت النامی“ اس میں ہر قسم کی ضعیف اور سقیم روایتیں بھی شامل ہیں، اس لئے حلبی نے ان کے بارے میں اتعداد و احتیاط سے کام لیا ہے۔

”سیرت حلبیہ“ مصر میں کئی مرتبہ چھپ چکی ہے۔ اس کا ایک ایڈیشن ۱۳۲۶ھ میں قاہرہ سے تین جلدوں میں شائع ہوا تھا، جس کی مجموعی ضخامت بارہ سو صفحات کے قریب ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ دیگر کتب سیرت کے مقابلہ میں ”سیرت حلبیہ“ کافی مفصل ہے۔ اس ضخامت اور تفصیل کی وجہ یہ ہے کہ سیرت اور منازعی کے واقعات لکھنے کے علاوہ مصنف نے بہت سے ایسے مسائل سے بھی بحث کی ہے جن کا تعلق عقائد اور عبادات وغیرہ سے ہے بہر حال ”سیرت حلبیہ“ اپنے فن کی شہرہ اور متداول کتابوں میں سے ہے۔

